# پیرانِ عظام

تصنیفِ لطیف

حُضور فیض ملت مُفسر اعظم پاکستان
حضرت علامہ الحافظ ابو صالح مفتی

## محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ

Visit Owaisi Books
www.faizahmedowaisi.com

# پیرانِ پیر سیّدنا غوث الاعظیم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

**القاب)** آپ کے القاب میں شامل ہیں: سیّدنا السند، القطب الاوحد (سب سے بلند مرتبہ قطب)، شیخ الاوحد (بے مثل شیخ)، شیخ الاسلام (اسلام کے شیخ)، زعیم العلماء (علماء کے رہنما)، سلطان الاولیاء (ولیوں کے بادشاہ)، قطبِ بغداد (بغداد کے قطب)، الباز الاشہب (چمکتا باز)، سیدی ابو صالح، محی الدین (دین کو زندہ کرنے والے)، عبد القادر الجیلانی، الحسنی اور الحسینی۔ آپ کا مذہب حنبلی تھا۔ (رضی اللہ عنہ وارضاہ)

آپ کا نسب والد کی طرف سے یوں ہے: شیخ محی الدین عبد القادر بن ابو صالح موسیٰ بن عبد اللہ الجیلی بن یحییٰ الزاہد بن محمد بن داؤد بن موسیٰ الجون بن عبد اللہ (المحض) بن حسن المثنیٰ بن امام حسن بن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

**نسب نامہ مادری)** (آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ، کنیت ابو الخیر اور لقب امتہ الجبار ہے) سیّدہ فاطمہ بنتِ عبد اللہ الصومعی بن ابو جمال بن محمد بن طاہر بن ابو عطاء بن عبد اللہ بن ابو کمال بن عیسیٰ بن ابو علاؤالدین بن محمد بن علی بن موسیٰ کاظم بن حضرت امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ اِس طرح آپ پدری (والدی) لحاظ سے حسنی اور مادری حیثیت (والدہ کی طرف) سے حسینی سیّد ہیں۔[1]

**نَجیب الطرفین)** حصور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے نسب پاک کے لئے خود فرمایا: ''انا نجیب الطرفین'' میں نَجیب الطَّرفَین ہوں۔

**صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے نسبی رشتہ:** حضور غوثِ اعظم کی نانی پاک کا نام اُمّ سلمہ تھا، اُن کا نسب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یوں ہے: اُمّ سلمہ بنتِ محمد بن امام طلحہ بن امام عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

**سیّدنا عمر فارق رضی اللہ عنہ سے رشتہ نسبی:** عبد اللہ بن المظفر کی والدہ کا نام حفصہ بی بی ہے، وہ بی بی عبد اللہ بن سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن المظفر سے تعلق کا بیان سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ذکرِ خیر میں آتا ہے۔

**سیّدنا عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ سے رشتہ نسبی:** عبد اللہ المحض رضی اللہ عنہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے جدّ تاسع (نویں پشت کے جد) ہیں اور اُن کا لقب "المحض" بھی اِسی لئے ہے کہ محض بمعنی خالص ہے اور آپ خالص بایں معنی ہیں کہ آپ از جہتِ اَب واُمّ (والد اور والدہ کی طرف سے) مَوالی (غیر عرب یا آزاد کردہ غلاموں کی نسل) سے خالص ہیں کیونکہ آپ کے والدِ گرامی حسن مثنیٰ بن سیّدنا حسن بن علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) ہیں اور آپ کی والدہ فاطمہ ہیں، جن کا نکاح آپ کے والد کی وفات کے عبد اللہ بن المظفر بن عمر بن عثمان رضی اللہ عنہم سے ہوا۔

**فائدہ:** اِس اعتبار سے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا رشتہ (نسبی تعلق) جملہ (تمام) خُلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم سے ہے، اور اِس طرح کے رشتہ کا اتصال (حاصل ہونا) سوائے حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے کسی خوش بخت (خوش نصیب) کے حصّہ میں نہیں آیا۔

**ولادت مبارکہ)** آپ کی ولادت ۷۰ھ/۱۰۷۷ء میں نبق شہر میں ہوئی، یہ بلادِ جیلان میں ایک قصبہ ہے یہ عراق کے صوبہ طبرستان کے بلاد جیلان کے ایک قصبہ کا نام ہے۔

**تعلیم واسماء اساتذہ)** جب حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ طلبُ العلم (علم حاصل کرنا) ہر مسلمان پر فرض ہے، تو آپ نے علماءِ اسلام کی طرف رُجوع کیا تاکہ اُن کے چشمۂ فیوضات (برکات وعلم کے سرچشمہ) سے بہرہ ور (فائدہ حاصل کرنے والے) ہوں، آپ نے قرآنِ مجید پڑھ کر مندرجہ ذیل علماء سے علوم وفنون (مختلف اسلامی ودنیاوی علوم) حاصل کیے:

(۱) ابو الوفاء علی بن عقیل حنبلی (۲) ابو الخطاب محفوظ بن الکلوذانی حنبلی (۳) ابو الحسن محمد بن قاضی بن یعلی بن الحسین بن محمد الفراء حنبلی (۴) قاضی ابو سعید بعض نے ابو سعید المبارک بن علی المخزومی حنبلی رضی اللہ عنہم مذہباً و خلافاً، اصولاً و فروعاً، اور علم الادب (۵) علی ابی زکریا یحییٰ تبریزی سے پڑھا۔ اور علم

---

[1] (بهجة الأسرار ومعدن الأسرار، ذكر نسبه وصفته رضي الله عنه، ص 171، دار الكتب العلمية بيروت، 2002م)

الحدیث ایک بہت بڑی جماعت سے حاصل فرمایا۔ منجملہ اِن کے یہ حضرات ہیں (۶) ابو غالب محمد بن الحسن الباقلانی (۷) ابو سعد محمد بن عبد الکریم بن خُنیش (۸) ابو الغنائم محمد بن محمد بن علی بن میمون الرسی (۹) ابو بکر احمد بن المظفر (۱۰) ابو محمد جعفر بن احمد بن حسین القاری السراج (۱۱) ابو القاسم علی بن احمد بن بیان الکرخی (۱۲) ابو طالب عبد القادر بن محمد بن عبد القادر بن محمد ابن یوسف (۱۳) اور اُن کا اِبنِ عُم عبد الرحمن اِبنِ احمد (۱۴) ابو البرکات ہبتہ اللہ بن المبارک (۱۵) ابو العزاز محمد بن المختار ہاشمی (۱۶) ابو الحسین المبارک بن الطیوری (۱۷) ابو منصور عبد الرحمن القزاز (۱۸) ابو البرکات طلحہٰ عاقولی وغیرہم۔[2] (رحمہم اللہ تعالیٰ)

**حُلیہ اور اوصاف جمیلہ)** شیخ موفَّقُ الدین بن قدامہ المقدسی (بڑے حنبلی فقیہ) نے فرمایا کہ شیخ عبد القادر (رحمۃ اللہ علیہ) نحیفُ البدن (دبلے جسم والے)، درمیانہ قَد (متوسط قامت والے)، مبارک قدموں والے (باعثِ برکت)، کشادہ سینہ (فراخ دل) تھے اور آپ کی اَنبوہ دار داڑھی شریف (گھنی داڑھی) طویل (لمبی) تھی، گندمی رنگ (ہلکا سانولا)، اور آپ کے ابرو ملے ہوئے (آپس میں جُڑے ہوئے) اور اُن کے بال معمولی (نہ زیادہ گھنے نہ زیادہ ہلکے) تھے، گرجدار آواز (پُرزور لہجہ) لیکن خوش اور رُعب دار (پُروقار اور دلکش)، اور علم سے معمور (علم و حکمت سے بھرپور) تھے۔[3] امام حافظ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن محمد بَرْزالی اشبیلی (مشہور محدث و مؤرخ) رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "المشیخۃ البغدادیہ" (بغداد کے مشائخ پر لکھی گئی کتاب) میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبد القادر "فقیہ الحنابلۃ وشافعیہ ببغداد" (یعنی بغداد میں حنبلیوں اور شافعیوں کے فقیہ) بغداد میں تھے۔ آپ جماعتِ علماء کے شیخ (بڑے اسلامی اسکالرز کے رہنما) تھے، آپ کی فقہاء کے نزدیک مقبولیتِ تامّہ (تمام علماء کے درمیان مکمل مقبولیت) تھی، یونہی فُقراء و عوام (غرباء اور عام لوگ) کے بھی مَنعَقَد (مرکزِ توجہ) تھے۔

آپ ارکانِ اسلام (اسلام کے مضبوط ستونوں میں سے ایک) میں شمار ہوتے تھے، آپ سے عوام و خوّاص (عام لوگ اور خاص افراد) منتفع (فائدہ حاصل کرنے والے) ہوئے اور آپ مستجابُ الدعوات (جن کی دعائیں قبول ہوتی تھیں) تھے، بکثرت گریہ کُناں (زیادہ رونے والے)، اور نہایت خوش اخلاق (اچھے مزاج والے)، ہنَس مکھ (خوش مزاج)، بزرگ (عظیم المرتبت)، کریمُ النَّفس (فیاض طبیعت والے) اور بے حد سخی (انتہائی دریادل) تھے۔ آپ شریفُ النَّفس (بلند حوصلہ)، اخلاقِ کریمہ سے مزیّن (عمدہ اخلاق سے آراستہ)، اور عبادت و ریاضت میں تو اپنی مثال خود (عبادت اور محنت میں بے مثال) تھے۔[4]

**قَناعت)** یعنی ہر مسلمان کے پاس جو کچھ ہو اُسی میں اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرے حرام اور ناجائز ذریعوں سے دنیا کا عیش حاصل نہ کریں۔

**توکل)** یعنی ہر مسلمان اپنے ہر معاملے میں صرف خدا پر بھروسہ کرے، اپنی محنت، تدبیروں یا انسان کو اپنے کاموں میں کامیابی کا ذریعہ نہ سمجھے۔

**صبر)** یعنی مسلمان ہر مصیبت اور تکلیف پر صبر کرے، اور اُس کو برداشت کرے۔

**رضا)** مسلمان کو ہر وقت یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ اُس کا ہر کام خدا کو راضی اور خوش کرنے کیلئے ہو، انسانوں کو راضی اور خوش کرنے کے لئے نہیں۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے غرور، تکبر سے بچنے، سادہ زندگی گزارنے، وقت کی پابندی کرنے، غیر مسلموں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے اور ہر مصیبت کو برداشت کرکے دین کی پابندی، خدمت اور تبلیغ کرنے کی تعلیم بھی دی۔ جس مسلمان نے اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرلیں اُسے ترقی اور کامیابی ضرور نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ خوبیاں عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے جس طرح روحانی ترقی اور علم حاصل کرنے کے لئے عالموں کو اپنا استاد بنایا اور علم کا کمال حاصل کیا اِسی طرح روحانی اور علم حاصل کرنے کے لئے آپ نے اپنے زمانے کے بزرگوں سے تعلق قائم کیا اور اُن کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرکے روحانی ترقی حاصل کی۔

---

[2] (بهجة الأسرار ومعدن الأسرار، ذكر نسبه وصفته رضي الله عنه، ص171، دار الكتب العلمية بيروت، 2002م)

[3] (بهجة الأسرار ومعدن الأسرار، ذكر علمه وتسمية بعض شيوخه رضي الله عنه، ص202، دار الكتب العلمية بيروت، 2002م)

[4] (سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج اليه الأبرار، ويليه قلائد الجواهر في مناقب تاج الأولياء ومعدن الأصفياء وسلطان الأولياء، ص201، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

**بیعت کی فضیلت)** اسلام میں مسلمانوں کے اندر مذہبی جذبہ (دینی شوق) پیدا کرنے، دین کی پابندی کا شوق بڑھانے اور روحانی قوّت (باطنی طاقت) میں اضافہ کرنے کے لیے بیعت کا طریقہ موجود ہے۔ عام مسلمان کسی ایسے بزرگ (اللہ کے ولی) کے سامنے دین کی پابندی کا وعدہ کرتے ہیں، جو خود شریعت کا پابند ہو، شریعت کو اچھی طرح جانتا ہو اور اُس کا تعلق بھی کسی اللہ والے سے ہو۔ ایسے بزرگ کے سامنے دین کی پابندی کا وعدہ کرنے کو بیعت کہا جاتا ہے، اور جس شخصیت کے ہاتھ پر یہ وعدہ کیا جائے، اُسے پیر یا شیخ کہتے ہیں، جبکہ وعدہ کرنے والے کو مرید کہا جاتا ہے۔ اِس وعدے کا اثر مرید پر یہ ہوتا ہے کہ جب بھی وہ کسی برے کام کے قریب ہوتا ہے تو اُسے یاد آتا ہے کہ وہ برائیوں سے توبہ کر چکا ہے اور دین پر چلنے کا عہد کر چکا ہے، تو وہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اِسی لیے مسلمانوں کو بزرگوں (اللہ کے دوستوں) سے تعلق قائم رکھنے، اُن سے بیعت ہونے اور اُن کے بتائے ہوئے طریقوں پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ اخلاقی اُمور کی اصلاح کے لیے بیعت کو بہت اہم سمجھتے تھے، کیونکہ اِس سے مرید کو دین پر ثابت قدم رہنے اور گناہوں سے بچنے میں مدد ملتی ہے۔ تفصیل کے لئے فقیر کی کتاب "سوانحِ غوثِ اعظم دستگیر" کا مطالعہ فرمائیے۔

**جود وسخا)** مصنفِ کتاب (قلائد الجواھر) نے لکھا: امام موفق الدین ابن قدامہ نے فرمایا کہ "ہم بغداد میں ۵۶۱ھ میں وارد ہوئے، تو اُس وقت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا علمی شہرہ (عظیم علمی شہرت) تھا۔ آپ کے علم و عمل اور فتویٰ نویسی (شرعی فیصلے لکھنے) کا کوئی ثانی (ہم پلہ) نہ تھا۔ جو طالبِ علم بغداد میں علم کے حُصول کے لیے حاضر ہوتا، وہ آپ کے پاس آکر بغیر کسی دوسرے کی طرف رُخ نہ کرتا۔ آپ عُلوم کے جُملہ فنون (تمام علمی شعبوں) میں یکتا (لاجواب) اور بے مثال تھے، اور طالب علموں کو خوب محنت سے پڑھاتے۔ آپ کی فَراخ دلی (وسیع ظرفی) کا یہ حال تھا کہ کسی بات سے نہ اُکتاتے۔ آپ تمام عمدہ صفات (جملہ اوصافِ جمیلہ) سے متّصِف تھے۔ میں نے آپ جیسا کسی اور کو نہیں دیکھا۔"[5]

علمائے بغداد کہتے ہیں کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ اکثر خاموش رہتے، بہت کم گفتگو فرماتے (صرف ضروری بات کہتے)، لیکن عوام و خواص (عام و خاص سب) میں آپ کی قبولیتِ تامّہ (کامل مقبولیت) تھی، اور دلوں پر آپ کو قبضہ حاصل تھا۔

آپ اپنے مدرسہ مبارک (تعلیمی درسگاہ) سے صرف جمعہ کے دن جامع مسجد تک باہر تشریف لے جاتے، یا سرائے غوثیت تک جایا کرتے تھے۔ بغداد کے بڑے بڑے رؤسا (معززین) اور اُمراء (حکمران و سردار) نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی، اور یہود و نصاریٰ کے بڑے لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ منبر پر وعظ کرتے وقت حق بیان کرنے میں آپ بے باک (نڈر) تھے اور منکرینِ اسلام (اسلام کے مخالفین) اور فُسّاق (گناہگاروں) کا سختی سے رد فرماتے۔

**گیارھویں شریف)** آپ ہر سال ربیع الآخر کی گیارہ (۱۱) تاریخ کو سرکارِ عالم ﷺ کی نیاز دلوایا کرتے (حضور نبی کریم ﷺ کے نام پر کھانا تقسیم کرتے)۔ یہ نیاز اتنی مقبول ہوئی (اتنی عام ہوگئی) کہ پھر آپ ہر ماہ کی گیارہویں تاریخ کو اہتمام کے ساتھ (باقاعدگی سے) حضور ﷺ کی نیاز دلواتے (کھانے کا اہتمام کرتے)۔ آخر رفتہ رفتہ (آہستہ آہستہ) یہی نیاز اب خود حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نیاز قرار پائی (لوگوں نے اُسے آپ کے نام سے منسوب کر دیا)۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کے میلاد منانے کے عمل کو قبول کر کے یہ صِلہ دیا کہ اب ہر ماہ آپ کے نام کی گیارہویں ہو رہی ہے۔ اور حسنِ اتفاق (دلچسپ اتفاق) کہ (بقولِ مشہور و معتبر)، آپ کا وصال بھی گیارہ ربیع الآخر کو ہوا۔ بعض نے سترہ (۱۷) ربیع الآخر تاریخِ وصال بیان کی ہے، مگر بقولِ شیخ عبد الحق محقق دہلوی "اِس کی کوئی اصل نہیں"۔ آپ کے وصال کے بعد بھی خانقاہِ غوثیہ میں گیارہویں شریف کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ مشہور محدث علامہ اِبنِ تیمیہ (م ۷۲۸ھ) بھی لنگر میں حصّہ لیتے اور اپنی ترشدت (اپنے سخت مزاج) کے باوجود، سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے حسنِ عقیدت کی بنا پر (آپ کے ساتھ اپنی محبت کی وجہ سے)، آپ کے عرسِ مبارک اور بڑی گیارہویں شریف کے موقع پر لنگر بھجوایا کرتے۔

---

[5] (سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج اليه الأبرار، ويليه قلائد الجواهر في مناقب تاج الأولياء ومعدن الأصفياء وسلطان الأولياء، ص 201، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

**مسندِ وعظ وارشاد)** ظاہر و باطنی عُلوم کی تکمیل کے بعد آپ نے درس و تدریس اور وعظ و ارشاد کی مسند کو زینت بخشی۔ آپ کی مجلسِ وعظ میں ستر ستر ہزار افراد کا مجمع ہوتا۔ ہفتہ میں تین بار، جمعہ کی صبح اور منگل کی شام کو مدرسہ میں اور اتوار کو صبح درگاہِ عالیہ میں وعظ فرماتے۔ جس میں زندگی کے تمام شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگ شرکت کرتے۔ بادشاہ، وُزراء اور اَعیانِ مملکت (اہم درباری و امراء) نیاز مندانہ حاضر ہوتے۔ علماء و فقہاء کا جمّ غفیر ہوتا۔ بیک وقت چار چار سو علماء قلم، دوات لے کر آپ کے ارشاداتِ عالیہ قلمبند کرتے۔ آپ کے فرمودات "از دل ریزد" کا مِصداق تھے (آپ کی باتیں حقیقتاً دل سے نکل کر دل میں اترتی تھیں)۔

## شیخ عبدالحق محدّث دھلوی رقم طراز ہیں:

"مجلس آن حضرت هرگز از جماعت یهود و نصاریٰ و امثال ایشان که بر دست او بیعت اسلام آوردندی، و از طوائف عصاة، از قطاع طریق و ارباب بدعت و فساد در مذهب و اعتقاد که تائب می شدند، خالی نبودی."[6]

"حضرت شیخ کی کوئی محفل ایسی نہ ہوتی، جس میں یہودی، عیسائی اور دیگر غیر مسلم آپ کے دستِ مبارک پر اسلام سے مشرّف نہ ہوتے ہوں اور جرائم پیشہ بدکردار ڈاکو، بدعتی، بدمذہب اور فاسد عقیدہ رکھنے والے تائب نہ ہوتے ہوں۔"

آپ کے مواعظِ حسنہ، قضا، وقدر، توکل، عملِ صالح، تقویٰ و طہارت، وَرع، جہاد توبہ، استغفار، اخلاص، خوف و رجا، شکر، تواضُع، صدق و راستی، زہد و استغفار، صبر و رضا، مجاہدہ، اتباعِ شریعت کی تعلیمات اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے آئینہ دار ہوتے۔

**علمی مشاغل)** آپ کی پوری زندگی اپنے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے فرمان "علم پڑھو اور پڑھاؤ" سے عبارت تھی۔ تصوّف و ولایت کے مرتبۂ عظمیٰ (روحانی مقام بلند) پر فائز ہونے اور خلقِ خدا کی اصلاح و تربیت (لوگوں کی درستگی اور راہنمائی) کی مشغولیت کے باوجود آپ نے درس و تدریس (تعلیم و تدریس) اور اِفتاء (شرعی فتوے دینے) سے پہلو تہی نہ کی (کنارہ کشی اختیار نہ کی)۔ آپ نے مذہبِ اہلِ سنّت و جماعت کی نُصرت و حمایت (دفاع و تائید) میں تقریر کے علاوہ درس و تدریس اور تصنیف و تالیف (تحریر و کتاب نویسی) سے بھی کام لیا۔ آپ تیرہ (۱۳) مختلف علوم کا درس دیتے اور اُس کے لیے باقاعدہ ٹائم ٹیبل مقرّر تھا۔

**مفتی غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ)** حضور غوثِ اعظم سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فنِّ فتاویٰ میں بھی عدیل روزگار (بے نظیر و یکتا) تھے، آپ بالعموم شافعی و حنبلی مذہب کے مطابق فتوی دیتے، علماءِ عراق آپ کے فتویٰ پر متعجب (حیران) ہوتے اور بڑی تعریف کرتے۔

**مواعظِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ)** آپ فرماتے تھے: "میں تمہیں تقویٰ (پرہیزگاری) و قناعت (سادہ زندگی پر اکتفا) اور ظاہرِ شرع پر التزام (شریعت پر سختی سے عمل کرنے) اور سلامتِ صدر (دل کی پاکیزگی) و سخاءِ نفس (فیاضی و دریادلی) اور بشاشتِ وجہ (خوش مزاجی) اور ہر شے راہِ خدا میں لٹانے (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے) اور لوگوں کو اذیّت نہ پہنچانے (کسی کو تکلیف نہ دینے) اور ہر چھوٹے بڑے کی خیر خواہی (سب کی بھلائی چاہنے) اور ترکِ خُصومت (جھگڑے سے بچنے) کی وصیّت کرتا ہوں۔"

نیز آپ کے مواعظ میں یہ بھی ہے:

"میں تمہیں اغنیاء (دولت مندوں) کے ساتھ باوقار (وقار و عزت کے ساتھ) اور فُقراء کے ساتھ عجز و انکسار (نرمی و عاجزی) کے ساتھ رہنے کی وصیت کرتا ہوں، اور اپنے اوپر عجز و اخلاص (فروتنی و نیک نیتی) کو لازم پکڑو۔"

**نَصائحِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ)** جب تم اپنے دل میں کسی کا بُغض یا محبت پاتے ہو تو اُسے کتاب و سنّت سے پرکھو۔ اگر کسی سے بغض کتاب و سنّت کے مطابق ہے تو اُس پر خوشی مناؤ کہ تمہارا بُغض اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی رضا کے موافق ہے۔ اگر کوئی کتاب و سنّت کے مطابق عمل رکھتا ہے

---

[6] (أخبار الأخيار في اسرار الأبرار، قطب الأقطاب شيخ الأسلام محي الدين ابو محمد عبد القادر الحسني الحسيني الجيلاني رضي الله تعالي عنه، ص9، قطب خانه رحيمية ديو بند)

لیکن تم اُس سے بُغض کرتے ہو تو سمجھ لو کہ تم بندۂ شہوات (خواہشاتِ نفس کے غلام) ہو، اپنی نفسانی خواہش کی وجہ سے اُس سے بُغض کرتے ہو اور تم اُس بغض سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو۔

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ تمہیں مال عطا کرے تو اُس سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں وقت بسر کرو، ورنہ وہ مال تیرے لیے دنیا و آخرت کا حجاب بن جائے گا، بلکہ وہ مال تجھے اللہ تعالیٰ سے دور کر دے گا اور تجھے مُنعِم (نعمت عطا کرنے والے) سے ہٹا کر اپنی محبت میں مشغول کر دے گا۔ اگر تم مال سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طاعت میں وقت بسر کرو گے تو تجھ پر اللہ تعالیٰ کی عطائیں ہوں گی اور تیرے مال میں بھی کمی نہیں آئے گی، پھر دنیا میں بھی عیش و عشرت سے گزرے گی اور آخرت میں بھی مکرّم و مطیّب (باعزت اور پاکیزہ) ہو گا اور صدّیقین، شُہداء اور صالحین کے ساتھ جنّت المأویٰ میں مُقیم (ٹھہرنے والا) ہو گا۔"[7]

اور فرمایا: "اگر تم الایمان والیقین (پختہ ایمان ویقین) پر ہو اور تم نے کوئی وعدہ کر رکھا ہے، تو اُسے پورا کرو، اُس کے خلاف نہ کرو، ورنہ تمہارا ایمان چھن جائے گا اور تیرا یقین تجھ سے زائل (ختم) ہو جائے گا۔ اگر تو قوی الایمان والیقین ہے تو دل میں اُسے اور زیادہ مضبوط کر اور ثابت قدم رہ، پھر منجانب اللہ خطاب نصیب ہو گا: "آج تو ہمارے ہاں مکین و امین ہے۔"[8]

**حکمت کی باتیں)** حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے حکمت (گہری بصیرت) بھرے اقوال اور اعلیٰ گفتار بے مثال ہیں۔ فرمایا: "عملِ صالح (نیک عمل) صِدق (سچائی)، خُلوص (پاک نیت، بے ریا عمل) اور تقویٰ (پرہیز گاری، خدا خوفی) سے نصیب ہوتا ہے۔ ایسا انسان ماسوَی اللہ (اللہ کے سوا ہر چیز) سے صبح و شام دور ہو جاتا ہے۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ عجز و نیاز کے ساتھ مُنعِم (اللہ تعالیٰ) کی نعمت کا اعتراف کیا جائے، سنّتِ الٰہی (اللہ کے طریقے) کو دیکھا جائے اور حفظِ حُرمت (احترام کی حفاظت) یوں ہو کہ دل میں محسوس کرے کہ نعمت کا شکر مکمل طور پر ادا نہیں ہو سکتا۔ فقیرِ صابر (صبر کرنے والا درویش)، غنیِ شاکر (مالدار مگر شکر گزار شخص) سے افضل ہے اور فقیرِ شاکر (درویش جو شکر کرے) دونوں سے افضل ہے۔ جو آخرت کا طالب (آخرت کی کامیابی چاہنے والا) ہے، وہ دنیا میں زُہد (دنیا سے بے رغبتی، سادگی) اختیار کرے، اور جو اللہ تعالیٰ کا طالب (اللہ کی قربت چاہنے والا) ہے، وہ آخرت سے بھی بے نیاز ہو جائے۔ صِدق (سچائی) اور صفا (پاکیزگی، روحانی طہارت) پر التزام (پابندی، مستقل مزاجی) ضروری ہے، اِن کے بغیر قُربِ الٰہی ممکن نہیں۔ جو دنیا اور آخرت میں سلامتی چاہتا ہے، اُسے صبر و رضا کو لازم پکڑنا چاہیے اور مخلوق سے شکوہ شکایت چھوڑ دینی چاہیے۔ انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں: (۱) عافیت (سکون، آرام، اللہ کی طرف سے خیر و بھلائی) (۲) بلاء (آزمائش، مصیبت، مشکل وقت)

جب کوئی جزع و شکویٰ (بے صبری اور شکوہ کرنا)، غصّہ و ریخت (غصہ اور پریشانی)، اعتراض (اللہ کی تقدیر پر اعتراض کرنا) اور تُہمت (بے بنیاد الزام لگانا) میں مبتلا ہو جائے تو نہ وہ صبر کرے گا، نہ رضا اور نہ ہی اللہ کی موافقت۔ بلکہ وہ بے ادبوں (ادب و احترام سے محروم افراد) میں شمار ہو گا۔ اگر عاقبت (آخرت) کے معاملے میں کوئی مبتلا ہو جائے تو حرص (لالچ، زیادہ کی خواہش)، کِبر (تکبر، خود کو بڑا سمجھنا) اور اِتّباعِ شَہوات ولذّات (خواہشات اور دنیاوی لذتوں کے پیچھے لگنا) اُسے گھیر لیں گی۔ جب ایک چیز پالے گا تو دوسری کی طلب کرے گا، اِس طرح وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ اِسی لیے چاہیے کہ اِن چیزوں کی طلب نہ کرے۔

**طریقت)** حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے طریقت کے دس (۱۰) اُصول مُرتّب فرمائے۔ دراصل دعوتِ ایمان اور اِتّباعِ کتاب اللہ تعالیٰ و سنّتِ رسول اللہ ﷺ اور ارکانِ اسلام کی حفاظت اور فضائل (نیکیوں) کو مضبوطی سے پکڑنے اور رَذائل (برائیوں) سے بچنے کا نام طریقت ہے۔ اور یہ اصول آپ نے اپنی کتاب "غنية الطالبين" میں بیان فرمائے۔ چنانچہ فرمایا کہ اہلِ مجاہدہ (ریاضت کرنے والے) اور اہلِ عَزم (پختہ ارادے والے) کو دس (۱۰) خِصال (عادتیں) ضروری ہیں

---

[7] (سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج اليه الأبرار، ويليه فتوح الغيب للقطب الرباني الشيخ محيي الدين عبد القادر الجيلاني، المقالة الثانية عشرة في النهي عن حب المال، ص77، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

[8] (سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج اليه الأبرار، ويليه قلائد الجواهر في مناقب تاج الأولياء ومعدن الأصفياء وسلطان الأولياء، ذكر أزواجه رضي الله عنه، ص254، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

جو اہلِ حق نے آزمائی ہیں، جب کوئی اُن کو قائم کرے گا اور اُن پر ثابت قدم رہے گا تو اُن کی برکت سے منازلِ شریفہ (اعلیٰ مراتب) تک پہنچے گا۔[9] مزید "فتوح الغیب" شریف کا مطالعہ کیجئے۔

**ازواج مکرمات رحمھم اللہ تعالیٰ)** شیخ الصوفیہ حضرت شہاب الدین عمر سہر وردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "عوارف المعارف" میں لکھا کہ حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایک مدت سے نکاح کرنے کا ارادہ کرتا تھا لیکن تَضیِیعُ الاَوْقات (وقت کے ضیاع) کے خوف سے باز رہا، بالآخر تقدیرِ الٰہی سے میرے لئے نکاح کرنے کے اسباب بنے تو یکے بعد دیگرے میں نے چار شادیاں کیں۔[10]

**اولاد کرام رحمھم اللہ تعالیٰ)** حضور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار کے ہاں اُنچاس ۴۹ بچے ہوئے، جن میں سے بیس (۲۰) لڑکے تھے، اور باقی لڑکیاں تھیں، آپ کی اولادِ نرینہ میں سے مشہور یہ ہیں:

(۱) حضرت عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ (۲) حضرت شیخ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ (۳) حضرت شیخ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (۴) حضرت شیخ عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ (۵) حضرت شیخ عبد الجبار رحمۃ اللہ علیہ (۶) حضرت شیخ عبد الغفور رحمۃ اللہ علیہ (۷) حضرت شیخ عبد الغنی (۸) حضرت شیخ صالح رحمۃ اللہ علیہ (۹) حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) حضرت شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (۱۱) حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) حضرت شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (۱۳) حضرت شیخ یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ[11]

## سلطان الھند
## سیّدنا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سیّدنا حضرت خواجہ معین الدین اجمیر غریب نواز قُدّس سرہ والد ماجد کی طرف سے حسینی اور والدہ محترمہ کی طرف سے حسنی ہیں۔ حضرت خواجہ کا سلسلہ نسب نویں پشت سے سیّدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ آپ ۱۴ رجب ۵۳۷ھ (پانچ سو سینتیس ہجری) میں پیدا ہوئے والد گرامی نے آپ کا نام حسن رکھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو خواجہ غریب نواز، معین الدین کے نام سے دنیا میں مشہور کیا۔ حضرت خواجہ چودہ (۱۴) سال کے تھے آپ کے والد کا انتقال ہو گیا والدِ گرامی کے ترکہ سے کچھ نقدی اور باغ میراث ملا، نقدی کو راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔ باغ گزراوقات کے لئے باقی رکھا، چند روز کے بعد ایک اللہ والے کی نگاہ پڑ جانے سے دنیا سے متنفر ہو کر علم و عمل اور زہد و تقویٰ کی طرف راغب ہوئے۔ اور وطن چھوڑ کر حصولِ علم کے لئے سفر اختیار فرمایا۔ سب سے پہلے آپ خراسان تشریف لائے حضرت مولانا حسام الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر عربی فارسی کے تمام مروّجہ علوم وفنون پڑھے۔ بعد ازاں تفسیر حدیث اور فقہ اسلامی کی تکمیل کے لئے کئی سال مختلف شہروں کی طرف پیدل چل کر متعدد اساتذہ کی شاگردی اختیار فرمائی۔

علومِ شرعیہ کی تکمیل کے بعد سلوکِ طریقت طے کرنے کے لئے شیخ المشائخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اُن کے ہاں ایک عرصہ رہ کر خرقہ خلافت (پیر و مرشد کی عطا کردہ دستار) حاصل کیا۔ اپنے شیخ سے اجازت لے کر حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے وہاں کے بڑے بڑے مشائخ فیوض و برکات سے مُستفیض ہوئے۔ اور مدینہ طیبہ میں امام الانبیاء والمرسلین ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور

---

[9] (الغنية لطالبي طريق الحق، باب المجاهدة والتوكل وحسن الخلق والشكر والصبر والرضا والصدق، فصل ولأهل المجاهدة والمحاسبة وأولى العزم عشر خصال، 314/2، دار الكتب العلمية، بيروت–لبنان، الطبعة: الأولى، 1417 هـ 1997 م)

[10] (سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج اليه الأبرار، ويليه قلائد الجواهر في مناقب تاج الأولياء ومعدن الأصفياء وسلطان الأولياء، ذكر أزواجه رضي الله عنه، ص254، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

[11] (سر الأسرار ومظهر الأنوار فيما يحتاج اليه الأبرار، ويليه فتوح الغيب للقطب الرباني الشيخ محيي الدين عبد القادر الجيلاني، ص153، دار الكتب العلمية بيروت، 2010م)

سرورِ کونین فخرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خواجہ کو فرمایا: "اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کی وہاں کفر و ظلمت پھیلی ہوئی ہے تو اجمیر جا تیرے وجود سے ظلمت کفر دور ہو گی اور اسلام رونق پذیر ہو گا۔"

حضرت خواجہ روضۂ رسول ﷺ سے رخصت ہوئے اور بلادِ اسلامیہ کے مشہور اولیاء کرام مثلاً نجم الدین کبری، حضرت جنابِ غوثِ اعظم شیخ عبد القادر جیلانی اور سیّدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہوئے۔ بتاریخ ۱۰ محرم الحرام ۵۶۱ھ میں اجمیر شریف تشریف لائے۔

حضرت خواجہ کے ہمراہ عقیدت مندوں اور مریدوں کی جماعت بھی تھی، اُن کے ساتھ ایک کھلے میدان میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے لیکن اُس جگہ اجمیر کے راجہ پرتھوی راج چوہان کے اونٹ چرنے کے بعد بیٹھا کرتے تھے اِسی لئے اُس کے شتر بانوں (اونٹوں کے رکھوالوں) نے کہا: "یہاں نہ بیٹھو یہ راجہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔" حضرت خواجہ نے ہر چند اُن شتر بانوں (اونٹوں کے رکھوالوں) کو سمجھایا کہ میدان میں کافی جگہ ہے۔ لیکن وہ نہ مانے بلکہ سختی سے پیش آئے۔ حضرت نے وہاں سے قریب تالاب کے کنارے اُٹھ آئے اور اُٹھتے ہی فرمایا: "لو ہم تو یہاں نہیں بیٹھتے راجہ کے اونٹ ہی اِس جگہ بیٹھے رہیں۔" چنانچہ شام کے قریب راجہ کے اونٹ چرتے چرتے اُس جگہ آکر بیٹھے تو بیٹھے ہی رہ گئے۔ ہر چند شتر بانوں نے اُٹھانے کی کوشش کی لیکن اونٹ وہاں سے نہ اٹھ سکے، اُنہوں نے یقین کر لیا کہ یہ اُسی فقیر کی بد عا ہے، چنانچہ وہ حضرت خواجہ سے معافی کے طالب ہوئے۔

حضرت خواجہ نے اُنہیں معاف کرتے ہوئے فرمایا: جاؤ جس کے حکم سے بیٹھے ہیں اُسی خدائے واحد کے حکم سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ ابھی یہ جملہ آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے پورا نہ ہوا تھا کہ سب اونٹ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ یہ اجمیر شریف میں تشریف آوری کے بعد سب سے پہلی کرامت ہے۔ اِس کے بعد حضرت خواجہ کو راجہ رائے پتھورا نے بہت ستایا اور بڑی کوشش کی کہ یہاں سے حضرت خواجہ غریب نواز کہیں اور چلے جائیں۔ لیکن چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو منظور تھا کہ اُس دھرتی سے ہی حضرت خواجہ کے فیوض و برکات پھیلیں۔ اِسی لئے حضرت خواجہ کوہِ استقامت بن کر راجہ رائے پتھورا کا مقابلہ کرتے رہے۔ راجہ نے حضرت خواجہ کے ساتھ کئی طرح کے مقابلے کئے لیکن آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے راجہ کی تمام کاروائیاں ملیامیٹ فرمادیں اور آخر میں اُسے بطور پیش گوئی فرمایا کہ "فقیر تو اجمیر سے نکلنے سے رہا البتہ تجھے یہاں سے بے یار و مددگار ہو کر نکلنا پڑے گا۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ راجہ پتھورا شہاب الدین غوری کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مارا گیا۔

چنانچہ جس دن حضرت خواجہ کا وصال ہوا اُسی شب (رات) کو حضرت خواجہ نمازِ عشاء ادا کر کے اپنے حجرہ مبارکہ میں تشریف لے گئے اور خلافِ معمول دروازے کے کواڑ (دروازے کے دونوں حصے) بند کر دیئے۔ صبح کو دروازہ کھولا گیا تو حضرت خواجہ کا انتقال ہو چکا تھا، وہ دن تھا ۶ رجب المرجب کا ۶۳۳ھ حضرت خواجہ کی پیشانی مبارک پر خامۂ غیب (اللہ کی طرف) سے لکھا تھا کہ آپ کی عمرِ مبارک ستانوے (۹۷) سال کے قریب تھی، اکثر شُعراءِ نامدار کے علاوہ بعض مشائخ نے بھی آپ کی تاریخ "شد زدنیا چو و رفت بہشتِ بریں، مرشدِ مقی معین الدین" (جب وہ دنیا سے گئے تو اعلیٰ جنت میں پہنچے، ان کا نام معین الدین تھا۔) لکھی، لیکن حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو تاریخ نکالی "گفت تاریخِ رحلتش سرمد ، محرمِ دل ولی معین الدین" (سرمد نے کہا کہ ولی معین الدین کی وفات کی تاریخ "محرمِ دل" ہے) وہ قابلِ ذکر ہے۔

## (حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی اُویسی)

**سیرانی وجہِ تسمیہ)** آپ کا نام سیّدنا مولانا شیخ المشائخ حضرت محمد عبد اللہ المعروف (مشہور) خواجہ محکم الدین ہے۔ اصل مسکن (آبائی وطن) ضلع ساہیوال کے فتح پور گوگیرہ گاؤں میں تھا اور مزار (آخری آرام گاہ) اسٹیشن سمہ سٹہ سابق ریاست بہاولپور (پاکستان) کے قریب ہے۔ ویسے تو آپ کے القاب بہت ہیں لیکن "سیرانی بادشاہ" اور "حضرت صاحب السِیر" کے نام سے مشہور ہیں اور آپ کی درگاہ (مزار مبارک) صاحب السِیر لکھی جاتی ہے۔ آپ نے اپنی ساری

زندگی سفر میں بسر کردی تھی اور کبھی ایک جگہ قیام (رہائش) نہ فرماتے تھے اور ہمیشہ سفر میں رہا کرتے تھے۔ آپ نے جب حضرت چاولہ مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر ریاضت (عبادت اور سخت مجاہدہ) کی تھی تو غیب سے "قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ" (تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو) کی آواز سنا کرتے تھے۔ جب آپ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ عبد الخالق اویسی سے اِس آواز کا تذکرہ (ذکر) کیا تو آپ کے مرشد نے آپ کو سفر میں رہنے کی ہدایت کی اور آپ کسی جگہ بھی ایک رات سے زیادہ قیام (ٹھہراؤ) نہیں فرمایا۔

**پیدائش)** فتح پور گوگیرہ نامی بستی جو کہ اوکاڑہ کے قریب دریائے راوی کے کنارے واقع ہے، جہاں آپ کی دلادت باسعادت ہوئی۔ آپ کے والد کا نام حافظ محمد عارف اور دادا کا نام حافظ محمود الدین تھا۔ آپ کا گھرانہ علم و عمل اور تقویٰ و طہارت (پاکیزگی و پرہیزگاری) اور عرفان (دینی بصیرت و معرفت) کا گہوارہ تھا۔ آپ کی صحیح تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی۔ کسے کیا معلوم تھا یہ ایک دن عالمِ اسلام کے لئے باعثِ افتخار بنے گا اور اِس کی سوانح کے لئے تاریخِ پیدائش کی ضرورت پڑے گی۔ بس تخمیناً (اندازاً) کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی دلادتِ مبارکہ ۱۱۳۷ھ میں ہوئی۔ اِس لئے کہ خاندانِ اویسیہ کی روایت کے مطابق آپ کا وصال ۱۱۹۷ھ میں ہوا تھا لہٰذا اِس حساب سے آپ کا سنِ دلادت ۱۱۳۷ھ بنتا ہے۔

**غذا)** غذا بہت ہی سادی پسند فرماتے تھے، نہ کبھی تکلف خود فرماتے اور نہ کسی تکلف کرنے والے میزبان کے ہاں مہمان ہوتے۔ مریدوں، میزبانوں، اور خُدّام کے ساتھ مل کر کھانا تناول فرماتے۔ اُبلے ہوئے چاول (خشکہ) اکثر تناول فرماتے۔ غذا میں گھی برائے نام ہی ہوتا۔ مسور کی بے روغن دال حضرت کی پسندیدہ غذا تھی اور کھانا بہت ہی کم کھاتے جیسا کہ اولیاء کا شیوہ (طریقہ) ہے۔

**عام حالات)** سنّتِ نبی ﷺ کی ہمیشہ پابندی فرماتے، علماء کی مجلس میں خوشی سے شرکت فرماتے، سادات سے نہایت ہی نیاز سے پیش آتے۔ اور اُن آداب فرماتے۔ روپے پیسے کو کبھی ہاتھ نہ لگاتے اور نہ ہی سونے چاندی کے زیورات کو چھوتے۔ قِلّتِ طعام (کم کھانا) قِلّت کلام (کم سونا) آپ کی عادات میں شامل رہا، آپ ہمیشہ تنہا رہتے تھے، آپ نے شادی بھی نہ کی چونکہ آپ کی زبان ہندوستانی (اردو) تھی اور آخر عمر تک یہی زبان بولتے رہے۔ سفر میں ہمیشہ کوزہ، رسی، مصلیٰ، مسواک، سرمہ اور کنگھی ہمراہ رکھتے۔

**سواری)** سواری کے لئے آپ کے پاس ایک گھوڑا جس کا نام "توکل" اور اونٹ جس کا نام آپ نے "درکار" ہی رکھا تھا۔

**عادات، خصائل و مشاغل)** ولایت گھر بیٹھے نہیں ملتی بلکہ یس کے لیے بہت ریاضت کرنی پڑتی ہے ذیل میں حضرت سیرانی سائیں علیہ الرحمہ کے مشاغل پڑھ کر انہی کے مطابق زندگی ڈالے (گزارے) ممکن ہے کہ درجہ ولایت نہ سہی مگر اللہ والوں کے غلاموں میں نام لکھا جاہے۔ منقول ہے کہ حضرات سیرانی سائیں بسا اوقات ساری رات ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے، اگر کبھی سوتے تو تہجد کبھی قضا نہ ہوتی۔ صبح سویرے جاگتے ہی ذکرِ جہر (بلند آواز میں ذکر) اور مراقبہ میں مصروف ہو جاتے، جہر کے متعلق ارشاد فرمایا کرتے: "اگر ذکرِ جہر کرلیا جاہے تو کم از کم اِس طرح ہو کہ مسامِ جان (جسم کے مسام) سے ذکر کی آواز سنائی دے یا خون کے فوارے نکلیں۔

ایک مرتبہ آپ ذکر میں مشغول تھے تو درخت کے پتّوں سے بھی "اللہ اللہ" کی آواز سنائی دی۔ نمازِ فجر کے بعد اشراق اور چاشت وغیرہ ادا کرکے قصیدہ بدء امالی [12] کا وظیفہ ظہر کی نماز کے بعد قران پاک کی منزل کی تلاوت فرماتے۔ مغرب کی نماز کے بعد اوابین سے فراغت کے بعد قصیدہ غوثیہ پڑھا کرتے۔ رات اکثر نوافل کی ادائیگی میں گزار دیتے۔ ہر وقت باوضو رہتے۔ اور خاص سنّتِ نبی ﷺ کا پورا احترام اور پابندی کرتے، آدابِ شرعیہ سے ہرگز تغافُل (لاپرواہی) نہ کرتے۔

---

12 ) قصیدہ بدءُ الّامالی ایک مشہور عربی نعتیہ و عقائدی قصیدہ ہے، جس کے مصنف امام محی الدین عبداللہ بن محمد بن یوسف القُرشی الشافعی) المعروف بہ ابن اَبِی الخیر الشافعی (ہیں۔ اس قصیدے میں اسلامی عقائد کو انتہائی فصیح و بلیغ انداز میں بیان کیا گیا ہے، اور اس میں خاص طور پر توحید، رسالت، معاد (آخرت)، شریعت، اور دیگر اعتقادی امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (ن اُویسی)

**سفر و حضر برابر)** نہ صرف گھر پر معمولات کی پابندی کرتے بلکہ سفر میں بھی اس کا خاص خیال رکھتے۔ آپ نے ساری عمر شادی نہیں کی، لوگوں نے آپ کو اپنی لڑکیوں سے عقد کی دعوت دی، مگر آپ نے یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ فقیر کو نہ شادی کی خواہش ہے اور نہ ضرورت۔ آپ انتہا درجے کے سخی (فیاض / دریادل) تھے۔ حالانکہ آپ نے ساری زندگی سفر میں گزاری، مگر جہاں جاتے وہاں لنگر کا اہتمام ہوتا۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے کے لیے نہایت سخی، اور جائز اخراجات میں نہایت کفایت شعار تھے۔ جہاں جاتے وہاں چراغ کی بتی ضرورت سے زیادہ اونچی نہ کرتے۔ آپ اپنے خادموں کی بڑی عزت اور قدر کرتے، اُن کی تکلیف کا خاص خیال فرماتے۔ اگر کوئی مرید یا خادم بیمار ہو جاتا تو اُس کی مزاج پرسی (عیادت) کے لیے تشریف لے جاتے۔

**حیات مبارکہ)** آپ کی ساری زندگی سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھی اور سادہ زندگی گزارنے کی تلقین فرماتے۔ آپ اکثر جو کی روٹی اور ماش کی دال کھاتے۔ دورانِ سفر سوکھی اور باسی روٹیاں اپنے ساتھ رکھتے۔ درگزر اور ایثار کا جذبہ آپ میں بدرجۂ اتم پایا جاتا تھا۔ اگر کسی نے آپ کو گالی دی تو آپ نے اُس کے حق میں دعا کی اور اُسے اعلیٰ مرتبے تک پہنچا دیا۔ خود تکلیف اُٹھاتے مگر دوسروں کو آرام پہنچاتے، خود بھوکے رہتے اور دوسروں کو کھانا کھلاتے۔ تواضُع اور انکساری آپ کا ذاتی شعار تھا، دوسروں کو افضل اور خود کو حقیر سمجھتے اور ہر ایک کے ساتھ ادب سے پیش آتے۔

**عطیہ دستار نبی ﷺ:** جب حج کا موسم قریب آیا تو آپ نے اپنے مرشدِ کامل کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت طلب کی۔ مرشدِ کریم نے اجازت کے ساتھ روضۂ رسول ﷺ کی خصوصی تاکید فرمائی۔ حضرت سیرانی سائیں جب بیت اللہ پہنچے تو مناسکِ حج (حج کے ارکان) سے فراغت کے بعد مشاہدۂ جمال (حضور ﷺ کی زیارت) کے لیے مدینۂ منورہ حاضر ہوئے۔ آپ مجمعِ کثیر (بڑی جماعت) میں روضۂ انور (مبارک مزار) کے سامنے بیٹھے تھے کہ خادمِ حضور معلّٰی (روضۂ مبارک کے خادم) نے "اسمِ میاں صاحب" (آپ کا مشہور نام) سے پکارا، لیکن کسی نے اُس جانب التفات (دھیان) نہ کیا۔ آخر کار ایک شخص کو شناخت (پہچان) کر کے نام دریافت کیا، آپ نے کہا: "میرا نام عبداللہ ہے۔" خادم نے دوبارہ تاکید کے ساتھ فرمایا: "تمہارا وہ نام جو مشہور ہے؟" تب آپ نے کہا: "محکم الدین ہے۔" خادم نے کہا: "رسالت مآب ﷺ نے تجھے یاد فرمایا ہے۔"

خواجہ صاحب اٹھ کر روضۂ اقدس (مبارک مزار) میں داخل ہوئے، خادم باہر ٹھہرا رہا، اور آپ نیند سے بیداری (جاگنے) کے عالم میں زیارتِ نبوی ﷺ (حضور ﷺ کی ملاقات) سے سرفراز (مشرف) ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جنابِ الٰہی (اللہ تعالیٰ) سے تم کو ارشادِ رہنمائی خلقِ اللہ کا حکم ہو چکا ہے۔ پھر دستارِ مبارک عطا فرمائی۔ خواجہ صاحب جب اجازت طلب کر کے باہر تشریف لائے، چونکہ مخلوق (لوگ) دروازے پر منتظر (انتظار میں) تھی، جب باہر تشریف لائے تو خلقِ خدا نے آپ کی سرفرازی (عزت و مقام) کو دیکھ کر آپ کا پیرہن مبارک (لباس) جو چرمی (چمڑے کا) تھا، ازراہِ عقیدت و تبرک (احترام اور برکت کی نیت سے) پارہ پارہ (ٹکڑے ٹکڑے) کر کے لے لیا۔

**حالاتِ وفات:** کچھ کے علاقے میں کچھ دیر قیام کرنے کے بعد یہاں سے تنہا روانہ ہو کر بلک کاٹھیاواڑ کی طرف چلے گئے اور دھوراجی بندر پہنچے اور کئی روز تک اُس علاقے میں سیاحت کرتے ہوئے ابتدائے ربیع الآخر ۱۱۹۷ھ میں جب واپسی کا ارادا فرمایا تو حافظ کوکی نے حضرت کو واپسی کے ارادے سے یہ عرض کر کے باز رکھا کہ شب تو میرے ہاقیام فرما کر دعوت قبول کیجیے اُس کے مخلصانہ اِصرار اور داخواستِ دعوت پر حضرت نے ایک شب کا قیام مزید منظور فرمالیا۔

(وہاں کے معتقدین نے اِس خیال سے کہ آپ بعد از وفات کاٹھیاواڑ ہی کے علاقے میں دفن ہوں اور ہم لوگ دور دراز مسافت طے کرنے سے ہمیشہ کے لے محفوظ رہیں۔ حضرت کے وہیں ہلاک کرنے کا ارادہ کر لیا۔) حافظِ مذکور نے رات کے کھانے میں حضرت کو زہر دے دیا۔ زہر نے حلق (گلے) سے اترتے ہی اپنا عمل (اثر) شروع کر دیا۔ بے تابی (بے قراری) اور قلق (پریشانی) کے آثار نمایاں ہوئے۔ اِسی حالتِ کرب (تکلیف) میں نمازِ عشاء ادا فرمائی۔ تشنگی (پیاس) نے غلبہ کیا تو حضرت نے حافظ محمد کوکی سے پانی مانگا۔ وہ جانتا تھا کہ پانی دینے سے زہر کا اثر بدن میں سُرعت (تیزی) سے پھیل جائے گا، اور زہر دینے کے بعد کچھ اپنے دل میں پشیمان (شرمندہ) بھی ہو گیا۔ اِس لیے اُس نے پانی دینے میں تامل (ہچکچاہٹ) کیا۔ حضرت نے اُسے پس و پیش (ادھر اُدھر کی سوچ) کرتا ہوا دیکھ کر فرمایا: "اے احمق! جو کچھ کرنا تھا وہ تو کر گزرا، لوگوں کو اب گڑھے میں ڈال کر پشیمان ہونے سے کیا بنتا ہے؟ لاؤ پانی لاؤ۔" حافظِ مذکور نے پانی لا دیا۔ پانی پیتے ہی استفراغ (قے) ہو گیا۔ جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر قے کے

ذریعے نکلنے لگا۔ حضرت کے سینے اور زبان سے آخری الفاظ "ہو، ہو" سنی (اللہ کی یاد میں نکلے) اور آواز کے ساتھ ہی روحِ مبارکہ نے قفسِ عنصری (مادی جسم) سے پرواز کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

جس شب (رات) آپ کا وصال (انتقال) ہوا، اُس شب چاند گرہن تھا۔ میاں ابو طالب اور شیخ نتھو نے حضرت کی وفات کی اطلاع بذریعہ ایک مراسلہ (تحریری پیغام) بہاولپور کی طرف روانہ کی۔ یہ مراسلہ منزل بہ منزل (رُک رُک کر) بہت ہی توقف (دیر) کے ساتھ چھ ماہ گزر جانے کے بعد ماہِ شوال میں بہاولپور پہنچا۔ اُسی وقت تمام شہر میں شورِ قیامت (شدید غم) برپا ہو گیا۔

اِس اطلاع کے بعد آپکے عزیز و اقارب فوراً دھوراجی بندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور حضرت خواجہ کا تابوت بہاولپور لے جانے کے لیے بھرپور اصرار کیا۔ حافظ کوکی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اِس تجویز کی مخالفت کرتا رہا۔ کبھی شرعاً (شرعی لحاظ سے) عدمِ جواز (جائز نہ ہونے کا بیان) ظاہر کرتا، کبھی دور دراز سفر کی مشکلات بتاتا، کبھی اپنے حقوق جتلا کر جنازہ لے جانے سے منع فرماتا۔ اور کبھی دھمکی دے کر بھی کام نکالنا چاہتا۔ آخر کار حافظ نجم الدین کو اِس بات پر غصّہ آگیا۔ پھر انہوں نے حضرت سیرانی سائیں کی مزار پر آکر غصہ میں کہا: "اگر آپ نے ہمارے ساتھ آنا نہ تھا تو بلایا کیوں تھا؟" رات خواب میں حافظ نجم الدین سے فرمایا کہ حافظ محمد کوکی کے سامنے قرعہ اندازی کی شرط پیش کرو وہ مان لے گا۔ چناچہ صاحبزادگان نے حافظ محمد کوکی سے کہا کہ ہم حضرت صاحب کو لے جانا چاہتے ہیں لیکن تم حضرت صاحب کو یہاں رکھنا چاہتے ہو مگر اِس طرح فیصلہ ناممکن ہے اور ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ فیصلہ اِس طرح ہونا چاہیے کہ حضرت صاحب کی میّت کو نکالا جائے اور ایک صندوق میں رکھ دیا جاے ویسی ہی ایک دوسری خالی صندوق بھی ساتھ ساتھ رکھ دی جائے۔ اُن دونوں صندوقوں میں سے ایک صندوق تم چن لو۔ یہ ہمارا مقدر جس کی قسمت ہو گی اُسے حضرت صاحب مل جائیں گے۔ اِس بات پر حافظ محمد کوکی راضی ہو گیا، چناچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب حافظ محمد نے ایک صندوق چن لی اور جب کھول کر دیکھا تو حضرت کو پا کر خوش ہو گیا۔ حافظ نجم الدین کو غَش آگیا اور دوسرے صاحبزادگان کو بھی آپ نے اس دوران خواب میں آکر فرمایا: "ملال (رنج) نہ کرو اپنی صندوق کھول کر دیکھ میں ظاہری طور پر تو حافظ محمد کوکی کے پاس ہوں مگر باطنی طور تمہاری صندوق میں ہوں۔" اور جب صاحبزادے نے صندوق کھول کر دیکھا تو حضرت صاحب کو موجود پایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا مزار ہندوستان (دھوراجی) اور پاکستان (بہاولپور، سمہ سٹہ) میں مَرجَعِ خلائق (لوگوں کا دینی و روحانی مرکز) ہے۔

**سنِ وصال:** حضرت سیرانی بادشاہ کے سنِ وصال میں اختلاف ہے۔ خزینہ الاصفیاء، حدیقۃ الأسرار فی أخبار الأبرار، گزیٹر، ریاست بہاولپور اور لطائفِ سیریہ میں سہو (غلطی) ہے، کیونکہ پہلی کتابیں زیادہ مُستند معلوم ہوتی ہیں۔

**کرامت اندر قبر شریف** یاد رہے کہ آپ کو دھوراجی ہندوستان میں جب اپنی مزار شریف میں رکھا گیا تو بعض لوگوں نے ابو طالب سے کہا کہ حضرت صاحب کا منہ قبلہ رخ کر دیں ابو طالب کا ہاتھ لے جانے سے پہلے آپ کا رخِ انور خود بخود قبلہ رخ ہو گیا۔ مزید تفصیلات کے لئے فقیر کی کتاب "ذکرِ سیرانی" کا مطالعہ فرمائیں۔

مدینے کا بھکاری

الفقیر القادری ابو الصالح **محمد فیض احمد اُویسی رضوی** غفرلہٗ

بہاول پور۔ پاکستان